محمد اقبال کیلانی، الریاض

اسلامی جنگوں اور غیر مسلموں کی جنگوں کا تقابلی مطالعہ

جہاد اسلامی کے قواعد وضابطہ اور دنیاوی جنگوں کے قاتھ خود ساختہ قوانین میں اس بنیادی فرق کی وضاحت کے بعد ہم جہاد اسلامی اور اقوام مغرب کی جنگوں کے بعض امور کا تقابلی جائزہ پیش کر رہے ہیں جو ہمیں یہ فیصلہ کرنے میں مدد دے گا کہ تاریخ کی میزان عدل میں خون ریزی، غارت گری، درندگی، سفاکی اور بربریت اقوام مغرب کی جنگوں کے پلڑے میں ہے یا جہادِ اسلامی کے پلڑے میں؟

۱۔آداب قتال:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران جہا مختلف موقع پر جو ہدایات ارشاد فرمائیں وہ یہ ہیں۔

دوران جہاد دشمن کے مقتولیں کا مثلہ نہ کرنا (بخاری)۔۔۔۔دشمن کی املاک میں لوٹ مار نہ کرنا (ابوداؤد)

۔۔۔۔دشمن کو اذیت دے کر قتل نہ کرنا (ابن ماجہ)۔۔۔۔۔ زیردست دشمن کو آگ میں نہ جلانا (بخاری)۔۔۔۔دشمن کو امان دینے کے بعد قتل نہ کرنا (ابن ماجہ)۔۔۔۔۔دشمن کو دھوکہ سے قتل نہ کرنا (ابوداؤد)

جنگ موتہ کے لئے لشکر اسلام کو روانہ کرتے ہوئے درج ذیل ہدایات دیں:

''بدعہدی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، کسی بچے بوڑھے اور درویش کو قتل نہ کرنا، کھجور یا دوسرا کوئی درخت نہ کاٹنا، کسی عمارت کو منہدم نہ کرنا، (رحمتہ اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری: ۲/۲۷۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لشکر اسامہ کو روانہ کرتے ہوئے درج ذیل ہدایات دیں: (موطأ مالکؒ)

''خیانت نہ کرنا، مال نہ چھپانا، بے وفائی نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا، بوڑھوں، بچوں کو قتل نہ کرنا، ہرے بھرے اور پھلدار درختوں کا نہ کاٹنا، کھانے کے علاوہ جانوروں کو بے کار ذبح نہ کرنا''

ایک فوجی مہم میں حضرت خالد بن ولیدؓ سے غلطی فہمی میں کچھ لوگ مارے گئے۔ رسول اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری الذمہ ہوں'' (بخاری) بعد میں رسول اکرم ﷺ نے مقتولین کی دیت اور ان کے نقصانات کا معاوضہ ادا فرمایا۔ جنگ بدر سے چند یوم پہلے حضرت حذیفہؓ اپنے والد محترم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ رہے تھے، کافروں نے روک لیا اور اس وعدہ پر مدینہ جانے کی اجازت دی کہ اگر جنگ ہوئی تو تم اس جنگ میں حصہ نہیں لو گے۔ حضرت حذیفہؓ نے وعدہ کر لیا اور مدینہ پہنچ کر نبی اکرم ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ جنگ کا موقع آیا تو حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اب ہم کیا کریں' رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم قریش سے کئے گئے معاہدے کو پورا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے'' چنانچہ حضرت حذیفہؓ خواہش کے باوجود جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ (حیات صحابہ کے درخشاں پہلو: حصہ دوم، ص ۱۳۷)

حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی ان اعلیٰ وارفع تعلیمات اور ذاتی حسن عمل نے عہد شکنی، دھوکہ دہی، خون ریزی، وحشت بربریت، درندگی اور خونخوادي کی حامل جنگوں کا اصولاً خاتمہ کر کے جنگ کو ایک مقدس مشن کا مقام دے دیا اور یہ مقدس مشن، جہاد فی سبیل اللہ

مسلمانوں کے لئے اسی طرح عبادت بنادیا گیا جیسی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ عبادات ہیں۔

جنگ احد میں دشمنوں نے رسول اکرم ﷺ کا ایک نچلا دانت مبارک توڑ دیا، خود کی دو کڑیاں چہرے کیا اندر دھنس گئیں اور چہرہ کا اقدس خون آلود ہوگیا۔ میدان احد نثار ساتھیوں کی لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ لاشوں کا مثلہ کیا گیا تھا۔ میدان جنگ کا یہ نقشہ دیکھ کر کسی بھی فوج کے سپہ سالار کی جو ذہنی کیفیت ہوسکتی ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ چنانچہ لمحہ بھر کے لئے انسانی جذبات غالب آگئے اور فرمایا: ''اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کردیا'' لیکن فوراً مقدس مشن کے علمبردار رحمتہ للعالمین محسن انسانیت ﷺ نے اپنی بد دعا کو اس دعا کے ساتھ بدل دیا'' اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ جانتی نہیں'' (الرحیق المختوم: ص ۲۴۱)

دشمنوں کے لئے ہدایت اور نیکی کی یہ دعائیں اس بات کا واضح اعلان ہیں کہ مطلب انسانوں کی ہلاکت اور بربادی نہیں بلکہ ہدایت اور فلاح ہے۔ سیرت طیبہ کا یہ پہلو عظمت کردار کی ایسی رفعتوں اور بلندیوں کا حامل ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مصلحین اور فاتحین پیغمبر اسلام ﷺ کی اس شان کریمی کے آگے اوندھے منہ پڑے نظر آتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ بنی نوع انسان پر پیغمبر اسلام کا یہ وہ احسان عظیم ہے جس کے بارے میں بنی نوع انسان تا قیامت سبکدوش نہیں ہوسکتی۔

اسلام نے یہ پاکیزہ اور اعلیٰ ورافع تعلیمات اس وقت دیں جب اپنے وقت کی مہذب ترین اقوام ۔۔۔۔ روم و ایران ۔۔۔۔ جنگوں میں وحشی جانوروں سے بدتر وحشت کا مظاہرہ کررہی تھیں۔

۵۴۰ء میں نوشیروان نے شام پر چڑھائی کی تو اس کے دارالحکومت انطا کیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، باشندوں کا قتل عام کیا، عمارتوں کا مسمار کیا، جب اس سے بھی تسکین نہ ہوئی تو شہر میں آگ لگوادی (الجہاد فی الاسلام: ص ۲۱۲)

۱۰۹۹ء میں عیسائیوں نے جب بیت المقدس پر قبضہ کیا تو مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ہر طرف ان کے ہاتھ پاؤں کے انبار لگ گئے، کچھ آگ میں زندہ پھینکے جارہے تھے، کچھ فصیل سے کود ہلاک ہورہے تھے اور گلیوں میں ہر طرف سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے ہیکل میں دس ہزار مسلمانوں نے پناہ لی تھی۔ عیسائیوں نے ان سب کو قتل کرڈالا (یورپ پر اسلام کے احسان: ص ۸۲)

آج کے مہذب ترین یورپ کا حال عہد قدیم کے وحشی یورپ سے ذرا مختلف نہیں۔ مارچ میں ۱۹۹۲ء میں بوسنیا کے مسلمان شہریوں نے ریفرنڈم کے ذریعہ آزادی کا فیصلہ کیا تو متعصب سرب عیسائیوں نے بوسنوی مسلمانوں پر جو ظلم وستم کیے وہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ مسلمانوں کے سینوں پر خنجروں سے صلیب کے نشان بنائے گئے۔ بچوں کو ذبح کرکے ماں باپ کو ان کا خون پینے پر مجبور کیا گیا۔ حاملہ خواتین کے پیٹ چاک کرکے معصوم بچے نکال کر ذبح کیے گئے۔ کمسن نوجوانوں اور بوڑھی خواتین کی آبروریزی کرکے انہیں قتل کیا گیا۔ مسلمان قیدیوں کے جسموں سے اس طرح خون نکالا گیا کہ وہ سسک سسک کر موت کے منہ میں چلے گئے۔ زندہ انسانوں کے جسموں سے خنجروں کے ساتھ کھال اتاری گئی۔ بستیاں اور دیہاتوں کے دیہات نذر آتش کیے گئے۔ پناہ گزین زندہ جلادیے گئے۔ لاشوں کا مثلہ کیا گیا، سرکاٹ کر سڑکوں پر فٹ بال کی طرح روندے گئے۔

قدیم اور جدید وحشی یورپ کے یہ واقعات کسی تبصرے کے محتاج نہیں۔ یہ واقعات پڑھ کر کسی بھی ذی ہوش انسان نے

لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ دوران جنگ احترام آدمیت، امن، سلامتی، نیکی، احسان، رحمدلی، خداترسی اور شرافت کس پلڑے میں ہے اور ظلم، بربریت، دہشت گردی، شقاوت اور درندگی کس پلڑے میں ہے۔۔۔؟؟

۲۔ غیر مقاتلین سے سلوک:

جنگ میں کسی بھی صورت میں حصہ نہ لینے والے افراد مثلاً عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی اور معذور لوگ یا گوشہ نشین وغیرہ کو اسلام نے قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ رسول رحمت ﷺ کا ارشاد ہے ''عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو'' (بخاری)۔۔۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد مبارک ہے'' عورتوں اور مزدوروں کو قتل نہ کرو'' (ابوداؤد)۔۔۔۔ ایک جنگ میں کچھ لوگ جمع تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے استفسار پر بتایا گیا کہ ایک عورت کی لاش پر لوگ جمع ہیں'' آپ ﷺ نے ناراض ہو کر فرمایا ''عورت تو قتال نہیں کر رہی تھی'' (پھر کیوں قتل کی گئی) چنانچہ آپ ﷺ نے فوج کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کو پیغام بھجوایا کہ کسی عورت اور مزدور کو قتل نہ کیا جائے (ابوداؤد)

عہد نبوی کی مہذب اقوام (قیصر و کسریٰ) کا یہ حال تھا کہ ۶۱۳ء میں ایرانی بادشاہ خسرو پرویز نے قیصر روم ہرقل کو شکست دی تو مفتوحہ علاقے میں تمام مسیحی عبادت خانہ مسمار کر دیئے اور ۶۰ ہزار غیر مقاتلین (عورتوں، بچوں بوڑھوں) کو تہ تیغ کیا جن میں سے ۳۰ ہزار مقتولوں کے سروں سے شہنشاہ ایران کا محل سجایا گیا۔ (غزوات مقدس: ص ۲۵۷)

ایک نظر ترقی یافتہ یورپ کے مہذب جرنیلوں کے غیر مقاتلین کے بارے میں تعلیمات عالیہ بھی ملاحظہ ہوں:

''گولہ باری کے وقت محصورین میں عورتوں اور بچوں اور دوسرے غیر مقاتلین کا موجود ہونا ہی جنگی نقطہ نظر سے مطلوب ہے کیونکہ صرف اسی صورت میں محاصر فوج محصورین کو خوفزدہ کر کے ہتھیار ڈالنے پر جلدی سے جلدی مجبور کر سکتی ہے۔ (الجہاد فی الاسلام: ص ۵۷۰)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہند میں انگریزوں نے جس بے دردی اور سنگدلی سے بچوں اور عورتوں کا قتل کیا، اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔

'' جنگ آزادی میں ۶۷ ہزار اہل اسلام نے پھانسی پائی، سات دن برابر قتل عام ہوتا رہا، جس کا کوئی حساب ہی نہیں، بچوں تک کو مار ڈالا گیا، عورتوں سے جو سلوک کیا گیا وہ بیان سے باہر ہے۔ اس کے تصور ہی سے دل دہل جاتا ہے۔ (تاریخ ندوۃ العلماء از مولوی محمد جلیس: حصہ اول، ص ۴)

۱۹۰۷ء کی ہیگ کانفرنس میں غیر مقاتلین کو تحفظ دینے کا معاہدہ طے ہوا لیکن اس معاہدہ کے بعد جب متحدہ ریاست بلقان اور ترکی کے درمیان جنگ ہوئی تو اس میں ۲ لاکھ چالیس ہزار مقاتلین مسلمان تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ (الجہاد فی الاسلام: ص ۵۷۱)

جنگ عظیم اول اور دوم میں مہذب یورپ کے مہذب جرنیلوں نے جس سنگدلی اور بربریت کے ساتھ شہری آبادیوں پر بمباری کی، اس نے مقاتلین اور غیر مقاتلین کا تصور ہی ختم کر دیا۔ جنگ عظیم دوم میں جدید تہذیب وتمدن کے تین بڑے علمبر داروں)امریکہ کے ٹرومین، برطانیہ کے چرچل، اور روس کے سٹالن) نے جاپان کا سلسلہ فتوحات روکنے کے لئے ایک اجلاس میں متفقہ طور پر جاپان کی شہری آبادی کو اٹیم بم کا نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۱۲ اگست کو ہیروشیما اور ۱۹ اگست ۱۹۴۵ء کو ناگاساکی پر

اٹیم بم گرا کر ڈیڑھ لاکھ غیر مقاتلین کی شہری آبادی کو آن واحد میں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ (قومی ڈائجسٹ: جولائی ۱۹۹۵ء)

اقوام مغرب کی مکاری اور عیاری واقعی قابل داد ہے کہ ایک طرف دوران جہاد صرف ایک جہاد صرف ایک خون ناحق پر ناراض ہونے والے پیغمبر اسلام ﷺ ۔۔۔ جس نے اس کے نتیجہ میں ہمیشہ کے لئے مستقل ضابطہ بنا دیا کہ دوران جہاد کسی غیر متعلق بچے، عورت، مزدور اور تارک الدنیا درویش کو قتل نہ کیا جائے ۔۔۔ کی تلوار انسانیت دشمن وہ پیغمبر خونی پیغمبر، اس کی تعلیمات، دہشت گردی اور دوسری طرف ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بچوں اور عورتوں کے بے دریغ قتل کرنے والے زہریلی گیسوں سے ہلاک کرنے والے، اٹیم بم سے ہنستے بستے گھروں اور شہروں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے والے خونخوار درندے اور قصاب مہذب، امن پسند اور انسانیت کے خیر خواہ۔۔۔؟؟؟

۳۔ اسیران جنگ سے سلوک:

رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں دشمنان اسلام کے خلاف سات جنگیں لڑیں، ان میں سے دو جنگوں میں دشمن کے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ غزوۂ بدر میں ۷۰ ا اور غزوہ حنین میں ۶ ہزار۔ جنگ بدر کے قیدی وہ لوگ تھے جنہوں نے ظلم و تشدد کر کے مسلمانوں کو جلا وطنی پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے باوجود رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ان قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا تو صحابہ کرامؓ نے اس شدت سے اس حکم پر عمل کیا کہ خود کھجوریں کھا کر گزارا کرتے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔ جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہیں تھے، انہیں کپڑے مہیا کئے۔ (تاریخ اسلام: ۴۲)

کچھ مدت بعد بعض قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا گیا بعض قیدیوں کو بلا فدیہ بطور احسان رہا کیا گیا اور بعض قیدیوں کو دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے عوض رہا کیا گیا۔ یاد رہے کہ کسی ایک بھی قیدی کو نہ تو قتل کیا گیا، نہ کسی سے انتقام لیا گیا بلکہ ایک قیدی سہیل بن عمرو جو بڑا شعلہ بیان خطیب تھا اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں اشتعال انگیز تقریریں کیا کرتا تھا، کے بارے میں حضرت عمرؓ نے تجویز پیش کی کہ اس کے اگلے دو دانت تڑوا دیئے جائیں تاکہ آئندہ یہ آپ ﷺ کے خلاف شعلہ بار تقریریں نہ کر سکے۔ رحمت عالم ﷺ نے یہ تجویز مسترد کر اسیران جنگ سے حسن سلوک کی ایسی زریں مثال قائم فرمائی جو رہتی دنیا تک جنگوں کی مثال آپ رہے گی۔

غزوۂ حنین میں چھ ہزار اسیران جنگ کو محسن انسانیت ﷺ نے نہ صرف بطور احسان بلا فدیہ رہا فرمایا بلکہ رہائی کے وقت تمام قیدیوں کو ایک ایک چادر بطور ہدیہ عنایت فرمائی۔ (الرحیق المختوم: ص ۶۷۱)

اجتماعی قیدیوں کے ساتھ ساتھ ایک انفرادی قیدی کا تذکرہ بھی پڑھ لیجئے۔ یمامہ کا حاکم ثمامہ بن اثال گرفتار ہو کر رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا تو رسول اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا اور خود گھر جاتے ہی فرمایا ''گھر میں جو کھانا موجود ہے وہ ثمامہ کو بھجوا دیا جائے نیز فرمایا کہ روزانہ میری اونٹنی کا دودھ صبح و شام اسے بھجوا دیا جائے'' یاد رہے کہ ثمامہ ماضی میں نہ صرف رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کی کوشش بھی کر چکا تھا بلکہ کئی صحابہ کرامؓ کا قاتل بھی تھا۔ اس کے باوجود تین چار دن کے بعد رسول اکرم ﷺ نے اسے بطور احسان بلا فدیہ رہا کرنے کا حکم دیا تو اس حسن سلوک اور فیضان عفو و کرم سے متاثر ہو کر ثمامہ مسلمان ہو گیا۔

اب ایک نظر، مہذب اورامن پسند، یورپ کے اسیران جنگ سے، حسن سلوک پر بھی ڈال لیجئے۔

قیصر روم باسل (۹۶۳ء-۱۰۲۵ء) بلغاریہ پر فتح حاصل کی تو پندرہ ہزار اسیران جنگ کی آنکھیں نکلوادیں۔ ہر سوقیدی کے بعد ایک قیدی کی ایک آنکھ باقی رہنے دی تا کہ وہ ان اندھوں کو گھروں تک پہنچا سکیں۔ (یورپ پر اسلام کے احسان از ڈاکٹر غلام جیلانی برق: ص ۸۲)

ایک جنگ میں رومی عیسائیوں نے مسلمانوں کو شکست دی تو تمام مسلم اسیران جنگ کو سمندر کے کنارے لٹا کر ان کے پیٹ میں لوہے کے بڑے بڑے کیل ٹھونک دیئے تا کہ بچے کھچے مسلمان جب جہازوں پر واپس جائیں تو اس منظر کو دیکھ لیں۔ (الضیاً)

جنگ عظیم دوم (۱۹۳۹ء-۱۹۴۵ء) میں فلپائن کے ایک محاذ پر امریکہ اور فلپائن کر مشترکہ کے ۷۵ ہزار فوجیوں نے جاپانی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ فاتح فوج نے ۷۵ ہزار اسیران جنگ کو شدید گرمی، بھوک اور پیاس کی حالت میں ۶۵ میل پیدل چلا کر نظر بندی کیمپوں تک پہنچنے کا حکم دیا۔ بیشتر اسیران جنگ طویل سفر کی نا قابل برداشت صعوبتوں کی وجہ سے راستہ میں ہی ہلاک ہو گئے۔ تاریخ میں سنگدلانہ اور بے رحمانہ سفر کو Death March کا نام دیا گیا ہے۔ (قومی ڈائجسٹ: جولائی ۹۵ء)

قارئین کرام! تاریخ کے دو کردار، دو نظام حیات، دو عقیدے، دو نظریے اور ادوار استے ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح رکھے ہیں۔ کیا یہ حقیقت سمجھنے میں کوئی وقت یا دشواری پیش آ رہی ہے کہ کون سے نظام حیات یا عقیدے کے بنیاد نیکی احسان امن سلامتی شرفت واحترام آدمیت پر ہے اور کونسے نظام حیات یا عقیدے کی بنیاد پر ظلم، خون ریزی، غارت گری، انسانیت دشمنی، دہشت گردی، سنگدلی، بیرحمی اور دہشت و بربریت پر ہے؟

۴۔ مقتولین سے سلوک:

فتح کے بعد فاتح قوم سے بڑا سنگدلانہ اور بے رحمانہ سلوک کرتی ہے۔ جدید اور قدیم عہد کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن پیغمبر اسلام نے اپنے دشمنوں پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد رحم دلی، خداترسی، عفو وکرم اور حسن سلوک کی نادر مثالیں پیش کر کے جنگوں کی تاریخ میں ایک نئے زریں باب کا اضافہ فرمایا۔

مکہ فتح ہوا تو اکابر جن میں نبی کریم ﷺ کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ کے حرم کے اندر خون بہانے والا عکرمہ بن ابی جہل، رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت مجرمین کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرانے والا ہبار بن اسود (یادر ہے کہ اونٹ سے گرنے کے نتیجہ میں حضرت زینبؓ کا حمل ساقط ہو گیا تھا) مکی زندگی میں بیت اللہ شریف کی چابی نبی اکرم ﷺ کو دینے سے سختی سے انکار کرنے والا عثمان بن طلحہ، مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت لشکر اسلام کی مزاحمت کرنے والا صفوان بن امیہ، آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کر کے جسم مبارک کا مثلہ کرنے والا وحشی بن حرب، حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی ہند بنت عتبہ، سارے کے سارے مجرم موجود تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے خطاب عام فرمایا اور پوچھا: ''تم لوگ مجھ سے کس سلوک کی توقع رکھتے ہو؟ لوگوں نے کہا؟ ''آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ (لاتثریب علیکم الیوم ۔۔) ''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو'' مفتوح قوم سے حسن سلوک کی اس پیغمبرانہ تعلیم کا ہی نتیجہ تھا کہ عہد نبوت کے بعد مسلم فاتحین اس طرز عمل پر کاربند ہے۔

عہد صدیقی میں جب حیرہ فتح ہوا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہاں کے عیسائیوں کو از روئے معاہدہ حقوق عطا فرمائے۔

''ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہیں کئے جائیں گے، کوئی جنگی قلعہ گرایا نہیں جائے گا۔ ناقوس بجانے کی اجازت ہوگی، تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے کی اجازت ہوگی۔''

جزیہ کی شرح محض دس درہم سالانہ تھی جو کہ سات ہزار میں سے صرف ایک ہزار ذمیوں سے وصول کی جاتی تھی، اپاہج اور نادار ذمیوں کی کفالت کا اسلامی بیت المال ذمہ دار تھا۔ (تاریخ اسلام، ص ۱۵۳)

حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا تو مفتوح قوم کو ان الفاظ میں معاہدہ امن لکھ کر دیا۔

یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے، نہ ان کے گرجاؤں میں سکونت کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں گے، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں کمی کی جائے گی۔ مذہب کے معاملہ میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا'' (تاریخ اسلام: ص ۱۸۹)

عہد فاروقی میں ہی مسلم افواج کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو رومیوں کے دباؤ کی وجہ سے شام کا ایک شہر چھوڑنا پڑا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے ذمیوں کا جزیہ یہ کہہ کر واپس لوٹا دیا کہ اب تمہاری حفاظت کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ سماں دیکھنے کے قابل تھا کہ مسلمان رخت سفر باندھ رہے تھے اور عیسائی زار وقطار رو رہے تھے، ان کے بشپ نے ہاتھ میں انجیل لے کر کہا

''اس مقدس کتاب کی قسم! اگر ہمیں حاکم خود منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تو ہم عربوں کو منتخب کریں گے'' (یورپ اسلام کے احسان: ص۔۱۲۰)

۷۱۱ء میں مجاہد اسلام محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اور صرف تین سال وہاں قیام کیا۔ ان تین برسوں میں محمد بن قاسم نے اپنے حسن سلوک اور حسن تدبر سے سندھیوں کو اس حد تک اپنا گرویدہ بنالیا کہ وہ اس کی ماتحتی میں اپنے ہی فوجی سرداروں سے لڑنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ تین سال بعد جب محمد بن قاسم عراق واپس جانے لگا تو لوگوں کی اشکبار آنکھیں ان کے اندرونی غموں کی غمازی کر رہی تھیں۔ لوگ عرصہ دراز تک اس کی جرأت، نیک سلوک اور پروقار شخصیت کی باتیں کرتے رہے۔ (اسلامی تاریخ پاک و ہند، از ہدایت اللہ خان چوہدری: ص ۱۲)

۷۱۱ء میں مسلمانوں نے اندلس فتح کیا تو فاتح قوم کے حسن سلوک کی گواہی ایک انگریز مؤرخ ول ڈیوران نے ان الفاظ میں دی ''اندلس پر عربوں کی حکومت اس قدر عادلانہ، عاقلانہ اور مشفقانہ تھی کہ اس کی مثال اندلس کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ (یورپ پر اسلام کے احسان، ص ۱۳۲)

۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کیا تو کسی عیسائی کو کوئی تکلیف نہ دی اور ہلکا سا ٹیکس (جزیہ) لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی اور دوران جنگ عیسائیوں کا سپہ سالار رچرڈ اول بیمار ہوا تو صلاح الدین اسے کھانا، پھل اور دیگر مفرحات بھجواتا رہا۔ (ایضاً: ص ۸۳)

۱۱۹۳ء میں والئ قرطبہ ابو یوسف یعقوب بن منصور نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا جس پر ایک عیسائی شہزادی حکومت کر رہی

تھی شہزادی نے ابو یوسف سے پیغام بھجوایا عورتوں پر حملہ کرنا بہادروں کا شیوہ نہیں ابو یوسف نے شہزادی کو سلام بھجوایا اور محاصرہ فوراً اٹھالیا۔ (ایضاً ۱۳۰)

مسلم فاتحین کے اس حسن سلوک کے نتیجہ میں وہاں کے خاص وعام میں اسلام کس تیزی اور سرعت سے پھیلا، یہ تاریخ کا ایک الگ سنہری باب ہے جو ہمارے موضوع سے تعلق نہیں رکھتا، لہٰذا ہم اپنے موضوع کی طرف واپس پلٹتے ہوئے اب مفتوح اقوام کے ساتھ غیر مسلم فاتحین کے 'حسن سلوک' کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۶۱۳ء میں شہنشاہ ایران خسرو پرایز نے قیصر روم ہرقل کو شکست دی تو ہرقل نے صلح کی درخواست کے لئے اپنا ایک وفد خسرو کے پاس بھیجا۔ خسرو نے سربراہ وفد کی جیتے جی کھال کھنچوادی اور باقی ارکان وفد کو قید کر دیا اور صلح کی پیشکش کے جواب میں جو خط لکھا اس کا سرنامہ یہ تھا۔ خسرو، خداوند بزرگ، فرزوائے عالم کی جانب سے اس کے احمق اور کمینہ غلام ہرقل کے نام" (الجہاد فی الاسلام، ص ۲۰۹)

خسرو نے صلح کے لئے جو شرائط مقرر کیں، وہ یہ تھیں:

ڈھائی لاکھ پونڈ سونا، ڈھائی لاکھ پونڈ چاندی، ایک ہزار ریشمی تھان، ایک ہزار گھوڑے کے ساتھ ایک ہزار کنوری لڑکیاں، اقل ادا کرے گا۔ ہرقل نے یہ سب کچھ منظور کر لیا تو خسرو نے مزید مطالبہ یہ کیا کہ ہرقل زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے تخت کے نیچے ہونا چاہئے اور میں اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک شہنشاہ روم اپنے مصلوب خدا کو چھوڑ کر سورج دیوتا کے آگے سر نہ جھکائے۔" (غزوات مقدس: ص ۲۵۸)

تیسری صلیبی جنگ میں برطانیہ کے "شیر دل" رچرڈ اول (۱۱۸۹ء۔۱۱۹۹ء) نے اسلامی فوج کے ایک دستے کو جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، وعدہ معافی دے کر ہتھیار رکھوا لئے اور بعد میں سب کو قتل ڈالا۔ (یورپ پر اسلام کے احسان، ص ۸۳)

۱۸۳۷ء میں فرانس نے الجزائر کا دارالحکومت قسطنطنیہ فتح کیا تو اس کی فوجیں تین دن تک قتل وغارت میں مشغول رہیں۔ (الجہاد فی الاسلام، ص ۵۷۵)

۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے جب دلی فتح کی تو فاتح قوم نے مفتوح قوم کے ساتھ جس درندگی، وحشت اور بربریت کا مظاہرہ کیا، تاریخ انسانی اس کے ماتم سے قیامت تک فارغ نہیں ہو سکے گی۔

انگریزوں کے ظلم اور بربریت کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

۱۔ دہلی میں جس شخص کے چہرے پر داڑھی نظر آتی یا جس کا پاجامہ اونچا ہوتا، اسے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا۔ (سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری از شورش کاشمیری: ص ۱۳۷، ۱۳۸)

۲۔ سرہنری کاٹن کی یادداشتوں سے ایک اقتباس "میں نے اپنے سکھ اردلی کی خواہش پر ان بدبخت مسلمانوں کو عالم نزع میں دیکھا جن کی مشکیں کس کے زمین پر برہنہ ڈال دیا گیا تھا۔ ان کے جسم پر گرم تانبے کی سلاخیں داغ دی گئی تھیں۔ میں نے انہیں پستول سے ختم کر دینا ہی مناسب سمجھا، بدنصیب قیدیوں کے سڑے ہوئے گوشت سے مکروہ بدبو نکل کر آس پاس کی فضا کو مسموم کر

رہی تھی۔'' (ایضاً: ص ۱۳۷، ۱۳۸)

۳۔ مسٹر ڈی لین ایڈیٹر 'ٹائمز آف انڈیا' کے مضمون کا ایک اقتباس '' زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سینا یا پھانسی دینے سے پہلے ان کے جسم پر سور کی چربی ملنا یا زندہ آگ میں جلانا اور نہیں مجبور کرنا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کریں یقیناً عیسائیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہے'' (ایضاً)

۴۔ جنرل نکلسن نے دریائے راوی کے کنارے جس بہیمانہ طریقے سے باغیوں کو قتل کیا، وہ ایک لرزہ خیز داستان ہے۔ انگریز مؤرخوں نے خود اسے انگریز قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ قرار دیا۔ بقول لارڈ الفسٹن '' ہماری فوج کے مظالم کا تذکرہ روح میں کپکپی پیدا کر دیتا ہے۔ جہاں تک لوٹ مار کا تعلق ہے، ہم نادر شاہ ایرانی سے بھی بازی لے گئے ہیں'' (ایضاً ۱۳۶)

۱۹۱۸ء میں سوویت یونین نے قازقستان پر قبضہ کیا تو وہاں کی تمام مساجد اور دینی مدارس منہدم کر دیئے۔ علماء اور اساتذہ کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے بھون دیا گیا۔ ان ظالمانہ کارروائیوں میں دس لاکھ قازق مسلمان شہید کئے گئے۔ (ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، جولائی ۱۹۹۵ء)

۱۹۴۶ء میں یوگوسلاویہ میں کمیونسٹ انقلاب آیا تو کمیونسٹوں نے چوبیس ہزار سے زائد مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ سترہ ہزار سے زائد مساجد اور مدارس مسمار کئے اور بیشتر مساجد کی جگہ ہوٹل اور سینما جات تعمیر کر دیئے۔ آج جس جگہ سربیا کے دارالحکومت بلغراد کا اسمبلی ہاؤس واقع ہے وہاں بلغراد کی سب سے زیادہ خوبصورت وسیع و عریض مسجد واقع تھی جو ۱۵۲۱ء میں تعمیر کی گئی تھی۔ (مجلّہ الدعوۃ: فروری ۱۹۹۳ء)

دارو سکندر سے لے کر ترقی یافتہ یورپ کے مہذب جرنیلوں تک کی روایت یہی ہے کہ فاتح قوم مفتوح قوم کے مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو بے دریغ قتل کرتی ہے۔ شہروں اور بستیوں کو تاراج کرتی ہے، سرسبز و شاداب کھیتوں اور باغات کو برباد کرتی ہے، گھروں اور عمارتوں کو نذر آتش کرتی ہے، لیکن پیغمبر اسلامؐ نے اس اس خونی روایت سے ہٹ کر ایک عظیم انقلابی اور اصلاحی روایت کی طرح ڈالی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کا مشن لوگوں کی جانیں لینا نہیں جانیں بچانا تھا، زمین کے خطوں کو فتح کرنا نہیں بلکہ دلوں کو فتح کرنا تھا، انسانوں کو ذلیل اور رسوا کرنا نہیں بلکہ عزو شرف عطا کرنا تھا۔ شہروں بستیوں کو ویران کرنا نہیں بلکہ آباد کرنا تھا۔ درندگی، دہشت گردی اور فساد الارض برپا کرنا نہیں بلکہ درندگی، دہشت گردی اور فساد فی الارض کا قلع قمع کرنا تھا۔ ہر وہ شخص جو ضمیر کی آواز رکھتا ہے، جس کا دل اور دماغ تعصب سے اندھا نہیں ہوا وہ پیغمبر اسلامؐ کی قائم کی ہوئی اس عظیم انقلابی اور اصلاحی روایت میں پیغمبر اسلامؐ کے مقدس مشن کو بڑی آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔

۵۔ جنگوں میں ہلاکت کے اعداد و شمار:

رسول اکرم ﷺ نے دس سالہ مدنی زندگی میں سات جنگیں لڑیں جن میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے:

غزوہ/سریہ	مسلمانوں کا نقصان، اسیر، زخمی شہید	دشمن کا نقصان اسیر زخمی مقتول
۱۔غزوہ بدر	۲۲	۷۰......۷۰
۲۔غزوہ احد	۴۰......۷۰	۳۰
۳۔غزوہ احزاب	۶	۱۰
۴۔غزوہ خیبر	۵۰......۱۸	۹۳
۵۔سریہ موتہ	۱۲	نامعلوم
۶۔غزوہ مکہ	۲	۱۲
۷۔غزوہ حنین	۶	۶۰۰۰......۷۱
کل تعداد	۹۰......۱۳۶	۶۰۷۰......۲۸۶

غزوات اور سرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد۔۴۲۲

(۷) عام طور پر مورخین اور سیرت نگاروں نے رسول اکرم ﷺ کی غزوات اور سیرایا کی کی تعداد ۸۲ لکھی ہے جو درست نہیں۔غزوات کی تعداد صرف ۷ ہے،البتہ حیات طیبہ کی تمام چھوٹی بڑی کارروائیوں کی تعداد ۸۲ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کارروائیوں کا مقصد	کارروائیاں	شہداء	مقتولین دشمن
۱۔تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	۵		
۲۔بت شکنی کی مہمات۳	۳		
۳۔دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	۱۰	۱۹	۱۲
۴۔ذاتی نوعیت کے واقعات قتل	۵		۵
۵۔غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم	۶		۱۲۷
۶۔سرحدوں کی حفاظت کے لئے کی گئی کارروائیاں	۳۸	۷۳	۱۱
۷۔دشمن کی طرف دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات	۸	۸۲	۴۱۰
۸۔جنگیں (غزوات وسرایا)	۷	۱۳۶	۲۸۶
کل تعداد	۸۲	۳۱۰	۸۵۱

۲۸ کارروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی تعداد:۱۱۶۱

نوٹ: دونوں جدول ترتیب دینے میں زیادہ تر انحصار سلیمان منصور پوریؒ مولف رحمۃ اللعالمین کی تحقیق پر کیا گیا ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو،رحمۃ اللعالمین:ج ۲ باب غزوات سرایا۔

پس رسول اکرم ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی میں پیش آنے والی سات جنگوں میں مسلم شہدا کی تعداد ۱۳۶اور دشمن کے مقتولین کی

تعداد ۲۸۶ اور طرفین سے کام آنے والے تمام افراد کی کل تعداد ۴۲۲ ہے اور اسیران جنگ کی تعداد ۶۰۷۰ ہے۔ یاد رہے کہ اسیران جنگ میں سے کوئی ایک بھی قتل نہیں کیا گیا بلکہ سارے کے سارے قیدی بخریت رہا کئے گئے۔

سات جنگوں میں کام آنے والے افراد کی یہ محیر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ آیئے ایک نظر آج کے مہذب اور امن پسند یورپ کی جنگوں پر ڈالیں اور دیکھیں کہ وہ دور جاہلیت کی وحشت اور بربریت سے کس قدر مختلف ہے؟

جنگ عظیم اول ۱۸۔۱۹۱۴ء میں مجموعی طور پر ۷۵ لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ ایک کھرب ۸۵اارب ڈالر کے وسائل حیات کو نذر آتش کو نذر آتش کیا گیا۔ (جہانگیر انسائیکلو پیڈیا آف جنرل نالج از زاہد حسین انجم: ص ۳۸۱)

جنگ عظیم دوم (۱۹۳۹ء۔۱۹۴۵ء) میں مجموعی طور پر ساڑھے چار کروڑ انسان ہلاک ہوئے، صرف ایک شہر سٹالن گراڈ میں دس لاکھ افراد لقمہ اجل بنے۔ جرمنی میں ساٹھ لاکھ انسان گیس چیمبروں کے ذریعے ہلاک کئے گئے۔ جاپان کے دو شہر مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ بیک وقت چار براعظموں ۔۔۔ یورپ، امریکہ، ایشیاء اور افریقہ پر مسلسل ۶ برس تک اس منحوس جنگ کے مہیب سائے چھائے رہے۔ چار براعظموں کے انسٹھ ممالک (پچاس اتحادی اور نو محوری) آپس میں دست و گریبان ہوئے جن میں سے صرف ایک ملک امریکہ کا اس جنگ میں تین کھرب ساٹھ ارب ڈالر کا خرچ اٹھا (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، جولائی ۱۹۹۵ء)

مذکورہ اعداد و شمار دیکھنے کے بعد ہم یورپ کے واقعتاً مہذب، امن پسند اور سنجیدہ ماہرین حرب و ضرب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں کسی بھی چھوٹے سے چھوٹے انقلاب کے لئے دو طرفہ کام آنے والے نفوس کی اسی ناقابل یقین حد تک کم تعداد کی اگر دوسری مثال ہے تو پیش کیجئے، اگر نہیں (اور واقعی نہیں) تو پھر ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر اتنے عظیم سیاسی، تمدنی اور روحانی انقلاب کی خاطر دو طرفہ کام آنے والے ۴۲۲ نفوس کی مثال دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے اور اس کے باوجود تمہارے نزدیک پیغمبر اسلامؐ کی تلوار انسانیت کی دشمن ہے۔ پیغمبر اسلامؐ، خونی پیغمبر ہے اس کی تعلیمات سے بوئے خوں آتی ہے، اس کا لایا ہوا دین قصاب کی دکان ہے اور اس کا دیا ہوا فلسفہ جہاد، دہشت گردی اور فساد فی الارض ہے تو پھر جنگ عظیم اول اور دوم کی داستانیں پڑھ کر بتاؤ کہ کرۂ ارضی کو دو مرتبہ آگ اور خون میں نہلانے والے خونخوار اور سفاک درندوں کو کس نام سے پکارو گے۔ کروڑوں معصوم اور بے گناہ جانوں کو ہلاک کرنے اور خون کی ندیاں بہانے والے قصابوں اور جلادوں کو کس لقب سے یاد کرو گے؟ سرسبز و شاداب وادیوں اور مرغزاروں کو تاراج کرنے اور شہری آبادیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے والے دہشت گردوں اور مفسدوں کو تاریخ میں کون سا مقام دو گے؟ نسل انسانی کے گلے میں طوق غلامی کی لعنت ڈالنے والے اور تڑپتی لاشوں پر اپنی عیش و عشرت کے محل سجانے والے مغرور شہنشاہوں کے لئے لغت انسانی کے کون سے الفاظ استعمال کرو گے؟

المیہ یہ ہے کہ اہل کتاب عہد نبوت میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ کو خوب جاننے اور پہچاننے کے باوجود محض نسلی تعصب، حسد اور بغض کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے تھے اور آج بھی ایمان نہ لانے کی اصل وجہ یہی تعصب، حسد اور بغض ہے۔ عہد نبوت میں ام المومنین حضرت صفیہؓ کا بیان کردہ واقعہ اس دعوی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے چچا ابو یاسر بن اخطب کو سنا وہ میرے (یہودی) والد حیی بن اخطب سے کہہ رہا تھا ''کیا واقعی یہ وہی (نبی) ہے'' والد نے کہا ''ہاں! خدا کی قسم وہی ہے۔'' چچا نے کہا ''کیا آپ ٹھیک پہچان رہے ہیں؟'' والد نے کہا ''ہاں!'' چچا نے پوچھا ''پھر کیا ارادہ ہے؟'' والد نے کہا

''خدا کی قسم! عداوت ہی عداوت، جب تک زندہ رہوں گا'' (الرحیق المختوم، ص ۲۸۴)

عہد نبوت کو گزرے آج چودہ صدیاں بیت چکی ہیں لیکن افسوس کہ حریت فکر، آزادی رائے اور تہذیب جدید کے اس دور میں مغرب میں بسنے والا ترقی پسند انسان جو مادی دنیا میں زمین سے چاند تک کا فاصلہ طے کر چکا ہے، ایمان کی دنیا میں تعصب، بغض اور حسد کے مقام سے ایک انچ کا سفر بھی نہیں طے کر سکا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں آج بھی اس کا انداز فکر وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے تھی ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب ساری دنیا میں ہر طرف شرک و بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ جہالت اور وحشت کے بربریت کے منحوس سائے چھائے ہوئے تھے۔ خون ریزی، غارت گری، انسانی زندگی کا لازمی جزو بن چکے تھے۔ شہنشاہوں اور ان کے حواریوں نے ہر جگہ رعایا کو بدترین مظالم کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ مذہبی پروہتوں کی خانقاہیں عیش و عشرت کے اڈے بنے ہوئے تھے، انسانیت بے بسی اور بے کسی کی خوفناک زنجیروں میں اسطرح جکڑی ہوئی تھی کہ نجات کے لئے کہیں سے امید کی موہوم سی کرن بھی نظر نہیں آتی، اس وقت پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، انسانیت نجات دہندہ بن کر اٹھے اور صدیوں پرانے جمے جمائے جاہلانہ نظام سے ٹکر لے کر انتہائی مختصر مدت میں چار سو بائیس (۴۲۲) افراد کی قربانی سے پورے جزیرۂ عرب میں ایک ایسا عظیم تہذیبی، سیاسی، اقتصادی، اور روحانی انقلاب برپا کر دیا جو پیغمبرانہ بصیرت کے بغیر ممکن ہی نہیں اور پھر سات جنگوں میں صرف ۴۲۲ افراد کا زیاں اور ۶۷۰۱ اسیران جنگ میں سے سارے کے سارے ۶۷۰۱ اسیران جنگ کی بخیریت رہائی؛ کیا اس بات کا منہ بولتا ثبوت نہیں کہ پیغمبر اسلام خوں ریزی اور غارت، ہلاکت اور بربادی، دہشت اور بربریت، غلامی اور ذلت ونکبت کے نہیں، امن و سلامتی، رحم دلی، وخدا ترسی، نیکی و احسان، شرافت و اخوت، حریت و احترام آدمیت کے پیغمبر تھے؟

اہل مغرب کے نام:

دنیا کو آج جس بدامنی، دہشت اور درندگی کا چیلنج درپیش ہے اس کے مقابلے میں انسانوں کے بنائے ہوئے نظریات ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔ الہامی مذہب میں اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب تغیر و تبدل سے غیر محفوظ ہیں لہٰذا اب اسلام ہی وہ الہامی مذہب ہے جسے عہد جدید کے اس خوفناک چیلنج کو قبول کرنے کے لئے آزمایا جانا چاہیے۔ اہل مغرب کے نام ہمارے پیغام یہ ہے کہ وہ اسلام سے تصادم کا راستہ نہ اپنائیں، اسے اپنا حریف نہ سمجھیں، اس سے خائف نہ ہوں۔ اسلام سراسر امن و سلامتی اور محبت و اخوت کا مذہب ہے اور اپنے سے پہلے آئے ہوئے مذہب کی تائید کرنے والا ہے۔ اہل مغرب کی حریت فکر کے اس عہد میں تعصب سے بالا ہو کر پورے صدق دل سے پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کا مطالعہ کرنا چاہتے اور حقائق کی تہہ تک پہنچنا چاہیے۔

یاد رکھئے، آج اہل مغرب کے پاس دو ہی راستے ہیں۔ یا تو وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی لائی ہوئی دعوت حق کو قبول کر کے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو تباہی، ہلاکت اور بربادی سے بچالیں یا پھر اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا انتظار کریں جو تھوڑا ہی عرصہ پہلے دریائے آمو کے اس پار بسنے والی دنیا کی ایک عظیم الشان قوت پر پوری ہو چکی اور جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس، قرآن مجید، میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے

(وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم اشد منھم بطشا فنقبوا فی البلاد ھل من محیص) (۳۶:۵۰)

''ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو ان سے بہت زیادہ طاقتور تھیں اور دنیا کے ملکوں کو انہوں نے چھان مارا تھا، پھر کیا وہ کوئی جائے پناہ پا سکے'' (سورۃ ق: ۳۶) (مطبوعہ ماہنامہ محدث لاہور، مارچ ۲۰۰۱ء)